احیاءِ اسلام کی عظیم تحریک

تالیف
مولانا اسیر ادروی
استاذ جامعہ اسلامیہ بنارس

باہتمام
وحید الزماں کیرانوی
دارالمؤلفین، دیوبند (یوپی، انڈیا)

دارالعلوم دیوبند
احیاءِ اسلام کی عظیم تحریک

تالیف

مولانا اسیر ادروی
استاذ جامعہ اسلامیہ بنارس

دارالمؤلفین، دیوبند (یوپی، انڈیا)

سلسلۂ مطبوعات (۱۶)

طبع اول ۱۴۱۱ھ سنہ ۱۹۹۱ء

قیمت ./ RS 90-00 روپے

کتابت :- محمد انور دیوبند محلہ محل

الف ۔ کہ پاکستان کے آئین میں حسب ذیل ترمیم کی جائے ۔

اول ۔ دفعہ ۱۰۶ (۳) میں قادیانی جماعت اور لاہوری جماعت کے اشخاص (جو اپنے آپ کو احمدی کہتے ہیں) کا ذکر کیا جائے ۔

دوم ۔ دفعہ ۲۶۰ میں ایک نئی شق کے ذریعہ غیر مسلم کی تعریف کی جائے مذکورہ بالا سفارشات کے نفاذ کے لیے خصوصی کمیٹی کی طرف سے متفقہ طور پر منظور شدہ مسودہ قانون منسلک ہے ۔

ب ۔ کہ مجموعہ تعزیرات پاکستان کی دفعہ ۲۹۵ الف میں حسب ذیل تشریح کی جائے ۔

تشریح ۔ کوئی مسلمان جو آئین کی دفعہ ۲۶۰ کی شق (۳) کی تصریحات کے مطابق محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کے تصور کے خلاف عقیدہ رکھے یا عمل یا تبلیغ کرے وہ دفعہ ہٰذا کے تحت مستوجب سزا ہوگا

ج ۔ کہ متعلقہ قوانین مثلاً قومی رجسٹریشن ایکٹ ۱۹۷۳ء اور انتخابی فہرستوں کے قواعد ۱۹۷۴ء میں منتخبہ قانونی اور ضابطہ کی ترمیمات کی جائیں ۔

د ۔ کہ پاکستان کے تمام شہریوں خواہ وہ کسی بھی فرقہ سے تعلق رکھتے ہوں کے جان و مال، آزادی، عزت اور بنیادی حقوق کا پوری طرح تحفظ اور دفاع کیا جائے گا ۔

ہنگامہ خیز لمحات :۔ قومی اسمبلی کی خصوصی کمیٹی نے قادیانی مسئلہ پر غور و فکر کرنے کے لیے دو مہینے میں ۲۸ اجلاس کیے اور ۹۶ گھنٹے نشستیں کیں، مسلمانوں کی طرف سے "ملت اسلامیہ کا موقف" نامی کتاب اسمبلی میں پیش کی گئی، قادیانیوں کی طرف سے ربوائی اور لاہوری پارٹیوں کے سربراہوں نے اپنے اپنے موقف کی وضاحت کے لیے اپنے اپنے کتابچے پیش کیے

لہ رسالہ "بینات" کراچی جنوری و فروری ۱۹۷۵ء ص ۳۵۹

ربوہ جماعت کے سربراہ مرزا ناصر احمد پر گیارہ دن تک ۴۲ گھنٹے اور لاہوری جماعت کے امیر مسٹر صدر الدین پر سات گھنٹے جرح ہوئی، وزیراعظم بھٹو قادیانیوں کے حلیف رہ چکے تھے، وہ انھیں غیر مسلم اقلیت قرار دیئے جانے پر رضامند نہیں تھے، وہ قادیانیوں کو کسی نہ کسی طرح آئین کی تلوار کی زد سے بچانا چاہتے تھے اور اس کے لیے وہ اپنی طاقت و ذہانت کا سارا سرمایہ صرف کر دینا چاہتے تھے، چنانچہ حزب اختلاف کے ارکان سے جو مجلس عمل کے نمائندے تھے وزیر اعظم کی بار بار ملاقاتیں ہوئیں اور کئی بار صورتِ حال انتہائی نازک ہو گئی اور ایسا محسوس ہوتا تھا کہ سفینہ ساحل پر پہونچ کر بھی بھٹو کی ضد سے غرقِ آب ہو جائے گا، آخری دن تو گویا ہنگامہ محشر تھا، اُمید و بیم کی کیفیت اپنی آخری حدوں کو چھو رہی تھی۔ وزیر اعظم کی "انا" نے تصادم کے خطرے کو یقینی بنا دیا تھا، بلکہ حکومت کی جانب سے پولیس اور انٹلی جنس کو چوکنا کر دیا گیا تھا، بڑے بڑے شہروں میں فوج لگا دی گئی تھی، جو لوگ گرفتار تھے وہ تو تھے ہی، ان کے علاوہ ہزاروں علماء اور سربرآوردہ افراد کی گرفتاری کی فہرستیں تیار ہو چکی تھیں، ادھر مجلسِ عمل کے نمائندے بھی کفن بر دوش میدانِ عمل میں ڈٹے رہے۔

مولانا مفتی محمود صاحب قومی اسمبلی کے ممبر بھی تھے اور مجلسِ عمل تحفظ ختمِ نبوت کے ان چند مخصوص رہنماؤں میں سے تھے جو اس تحریک کی گاڑی کو پٹرول کے بجائے اپنا خونِ جگر دے کر چلا رہے تھے، مفتی صاحب ہی مجلسِ عمل کے نمائندے کی حیثیت سے وزیرِ اعظم سے مذاکرات کر رہے تھے۔

مذاکرات کی بار بار نشستوں سے تنگ آ کر ایک دن انہوں نے وزیرِ اعظم سے فرمایا آپ ہمیں بتایئے کہ ہم کیا کریں؟ آپ کے پاس آتے ہیں تو آپ کی رائے میں کوئی لچک نہیں آتی اور مجلسِ عمل والوں کے پاس جاتے ہیں تو وہ اپنے مطالبہ سے کم پر راضی ہونے کے لیے تیار نہیں، وزیرِ اعظم بھٹو کے دماغ پر اقتدار کا نشہ چڑھا ہوا تھا انہوں نے بڑے ہی مغرورانہ انداز میں کہا کہ:۔

"میں مجلسِ عمل کو کچھ نہیں سمجھتا ہوں، ان کی کیا حقیقت ہے؟ میں تو آپ

لوگوں کو جانتا ہوں، آپ اسمبلی کے معزز ممبر ہیں، میں ان لوگوں کی بات سننے
کے لیے تیار نہیں۔"

مفتی محمود صاحب کی حمیتِ دینی اور غیرتِ ایمانی بھڑک اٹھی اور اس نے مغرور وزیرِ
اعظم سے صاف صاف دو ٹوک اور کھری کھری بات کہنے پر مجبور کر دیا۔ انہوں نے مسٹر بھٹو
وزیرِ اعظم سے تیکھے تیور سے کہا کہ:۔

"بھٹو صاحب! آپ کو قوم کے صرف ایک حلقہ نے منتخب کر کے بھیجا ہے
اس لیے آپ تو اسمبلی کے ایک معزز رکن ہو گئے، میں بھی ایک حلقۂ انتخاب سے
چن کر آیا ہوں اور ان کا نمائندہ ہوں، اس لیے میں بھی اسمبلی کا رکن کہلاتا ہوں
مگر میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ "مجلسِ عمل" کسی ایک حلقۂ انتخاب کی نمائندہ
نہیں بلکہ وہ اس وقت پاکستان کے سات کروڑ مسلمانوں کی نمائندگی کر رہی
ہے، کیسی عجیب منطق ہے کہ آپ ایک حلقہ کے نمائندہ کو عزت واحترام کا
مقام دیتے ہیں مگر قوم کے سات کروڑ افراد کی نمائندہ مجلسِ عمل کو آپ پائے
حقارت سے ٹھکرا رہے ہیں؟ بہتر ہے،
میں ان سے جا کر کہہ دیتا ہوں کہ وزیرِ اعظم پاکستان سات کروڑ مسلمانوں
کی بات سننے کو تیار نہیں۔" [1]

مفتی صاحب موصوف کا یہ تیور اور اندازِ گفتگو دیکھ کر بھٹو وزیرِ اعظم پاکستان کی "انا"
سرنگوں ہو گئی، اقتدار کے نشہ کا پارہ نیچے گر گیا اور انہوں نے مجلسِ عمل کے مجوزہ مسودہ
پر دستخط کر دیئے، اس طرح ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کو چار بج کر ۳۵ منٹ پر قادیانیوں کی دونو
شاخوں کو "غیر مسلم اقلیت" قرار دے کر دائرۂ اسلام سے خارج کر دیا گیا اور آئینی طور
قادیانی ناسور کو جسمِ اسلام سے الگ کر دیا گیا، اسمبلی میں مندرجہ ذیل بل پیش ہو کر منظ
ہوا، وزیر قانون مسٹر حفیظ پیرزادہ نے جو سفارشات پیش کی تھیں ان کی اساس

[1] رسالہ "بینات" کراچی جنوری و فروری ۱۹۷۵ء ص ۳۶۰

ذیل کا بل قومی اسمبلی میں پیش ہو کر منظور کیا گیا :-

"ہرگاہ یہ قرینِ مصلحت ہے کہ بعد ازیں درج اغراض کے لیے اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین میں مزید ترمیم کی جائے لہٰذا بذریعہ ہذا حسبِ ذیل قانون وضع کیا جاتا ہے :-

۱- مختصر عنوان اور آغازِ نفاذ

(۱) یہ ایکٹ آئین (ترمیم دوم)، ایکٹ ۱۹۷۴ء کہلائے گا۔

(۲) یہ فی الفور نافذ العمل ہو گا۔

۲- آئین کی دفعہ ۱۰۶ میں ترمیم

اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین میں جسے بعد ازیں آئین کہا جائے گا، دفعہ ۱۰۶ کی شق (۳) میں لفظ "فرقوں" کے بعد الفاظ اور قوسین "اور قادیانی جماعت یا لاہوری جماعت کے اشخاص (جو اپنے آپ کو احمدی کہتے ہیں)" درج کیے جائیں گے۔

۳- آئین کی دفعہ ۲۶۰ میں ترمیم

آئین کی دفعہ ۲۶۰ میں شق (۲) کے بعد حسبِ ذیل نئی شق درج کی جائیگی یعنی (۳) جو شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو آخری نبی ہیں، کے خاتم النبیین ہونے پر قطعی اور غیر مشروط طور پر ایمان نہیں رکھتا، یا جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی بھی مفہوم میں یا کسی بھی قسم کا نبی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے یا جو کسی ایسے مدعی کو نبی یا دینی مصلح تسلیم کرتا ہے وہ آئین و قانون کی اغراض کے لیے مسلمان نہیں ہے۔"

بیانِ اغراض و وجوہ

جیسا کہ تمام ایوان کی خصوصی کمیٹی کی سفارش کے مطابق قومی اسمبلی میں طے پایا ہے اس بل کا مقصد اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین میں اس طرح ترمیم کرنا ہے تاکہ ہر وہ شخص جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین

ہونے پر قطعی اور غیر مشروط طور پر ایمان نہیں رکھتا یا جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے یا جو کسی ایسے مدعی کو نبی یا دینی مصلح تسلیم کرتا ہے اُسے غیر مسلم قرار دیا جائے۔

(عبدالحفیظ پیرزادہ، وزیر قانون پاکستان[1])

ایک صدی کی داستان:- قادیانیت کی عمر پوری سو سال ہوگئی اور وہ جسم اسلام کا ناسور بنی رہی، قادیانی اپنے کو مسلمان کہتے تھے، اپنا مذہب اسلام، قرآن کو اپنی کتاب، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول ماننے کا اعلان کرتے تھے، اپنی عبادت گاہوں کو مسجد کہتے تھے اور مسلمانوں میں اس طرح گھل مل کر رہتے کہ امتیاز کرنا مشکل تھا، ان کے نام بھی مسلمانوں جیسے تھے اس بہروپیے پن نے اسلام کو جتنا نقصان پہونچایا اس کا اندازہ نہیں کیا جاسکتا، اگر وہ اپنے پیدائش کے دن سے اسلام دشمن اور ایک الگ اور مستقل مذہب بن کر رہا ہوتا تو مسلمانوں کے لیے کوئی تشویش کی بات نہیں تھی، قادیانیت قصر اسلام کے در و دیوار کو دیمک بن کر چاٹتی رہی، پہلے دور میں جتنے لوگ اس کا فرانہ مذہب میں داخل ہوئے وہ سب کے سب خاندانی اعتبار سے مسلمان تھے، کسی غیر مسلم کو کبھی انہوں نے قادیانی نہیں بنایا علماء کے لیے یہی صورتِ حال ناقابلِ برداشت رہی، اسی لیے انہوں نے اس کے یومِ ولادت سے لے کر جو مخالفت شروع کی وہ ایک صدی تک دراز ہوگئی اور ۱۹۳۲ء میں پہلی بار مسلمانوں کی ایک چھوٹی سی ریاست کی عدلیہ نے اس کو قانونی طور پر غیر مسلم قرار دیا لیکن وہ پورے ملک کیلئے نظیر نہیں بن سکی۔ ۱۹۷۴ء میں علامہ انور شاہ کشمیری شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند کے چند جلیل القدر تلامذہ نے اس کو غیر مسلم فرقہ و مذہب قرار دیے جانے کیلئے سر دھڑ کی بازی لگائی اور مسلمانوں کی سب سے بڑی حکومت سے قادیانیوں کو آئینی طور پر غیر مسلم اقلیت قرار دلوا کر ان کو ہمیشہ کیلئے دائرۂ اسلام سے خارج کرایا، اب انکے پاسپورٹ پر نہ مسلمان لکھا جائیگا اور نہ دوسروں کو خود کو مسلمان بتا کر دھوکہ دے سکینگے، اب ہم یہ فرض کر لینگے کہ جیسے دنیا میں سیکڑوں کافرانہ مذہب ہیں قادیانیت بھی انہیں مذہبوں میں سے ایک مذہب ہے، مسلمان ورروز کی دردسری سے محفوظ ہو گیا۔

[1] رسالہ "بینات" کراچی جنوری و فروری ۱۹۷۸ء مولانا محمد یوسف بنوری نمبر ص ۳۴۴